مسئلہ تملیک فی الزکوٰۃ

از

جناب مرزا محمد یوسف صاحب

اُستاذ عربی مدرسہ عالیہ رام پور (یوپی)

۲- دلائل کی تنقیح

دوسری دلیل کی تنقیح

(۳)

انفاق فی سبیل اللہ کی اجمالی تاریخ کے سلسلے میں آخری امر جو خصوصیت سے عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ براءۃ آخری سورۃ ہے جو جناب نبی کریم پر نازل ہوئی، چنانچہ "الاتقان" میں سیوطی نے لکھا ہے۔

"روی الشیخان عن البراء بن عازب قال آخر آیت نزلت یستفتونك قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ و آخر سورۃ نزلت براءۃ"

اسی طرح ترمذی میں ابن عباسؓ نے عثمانؓ بن عفان سے ایک حدیثِ طویل کے ضمن میں روایت کیا ہے:-

"وکانت براءۃ من آخر القرآن"

اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں لکھا ہے

"سورۃ التوبۃ - قال علماءنا ھذہ السورۃ من آخر ما نزل بالمدینۃ ولذالك

قل فیها المنسوخ " (احکام القرآن لابن العربی جلد اول ص۳۶۵)

پھر اس آخری سورت میں احکام زکوٰۃ کے باب میں آخری آیت " انما الصدقات للفقراء " الآیہ ہے اگرچہ اس کے بعد بھی ایک آیت اور ہے یعنی

" والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولٰئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم " (توبہ ۷۱)

لیکن یہ آیت (توبہ ۷۱) فریضۂ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی جزاء اُخروی کے باب میں ہے اس لئے ادائے زکوٰۃ کے جو بھی طریقے " انما الصدقات للفقراء " (توبہ ۶۰) کے نزول سے پہلے رہے ہوں یہ آیت کریمہ اس باب میں حرفِ آخر ہے، لہذا اگر اس سے پہلے بالفرض والتقدیر " تملیک متصدق علیہ " ادائے زکوٰۃ میں علی سبیل الوجوب مرعی نہ ہوتی ہو تو یہ آیت کریمہ (توبہ ۶۰) اس قسم کے تمام احکام سابقہ کی ناسخ ہے اور اگر جیسا کہ ہمارا خیال ہے کہ تملیک متصدق علیہ کے بغیر فریضۂ زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوتا تھا تو اُن تمام احکام کی مؤید و موثق ہے ہمارے موقف کی تفصیل یہ ہے ۔

ادائے زکوٰۃ کی چار شکلیں ہیں ۔

(i) متصدقین فقرائے مستحقین کو خود زکوٰۃ دیں ۔

(ii) امام المسلمین (عہدِ نبوی میں خود جناب نبوت مآب کو) یا ان کے نائبین کو زکوٰۃ ادا کریں جو فقرائے مستحقین کی جانب سے نائبین بالقبض ہیں ۔

(iii) کوئی رضاکار جماعت (Valeentary asociation) متصدقین سے اُن کے صدقات و زکوٰۃ وصول کرے ۔

(iv) خود متصدقین یا عُمال حکومت یا کوئی رضاکار انجمن صدقات و زکوٰۃ کی رقوم کو رفاہِ عامہ یا فقراء کی اجتماعی بہبود کی اسکیموں میں صرف کرے ۔

ان میں سے آخر کی دو شکلیں یقیناً صدرِ اسلام میں نہیں تھیں۔ دوسری شکل عموماً اس عہد کا معمول رہ چکی ہے اور اموال کی زکوٰۃ خواہ وہ اموالِ ظاہرہ ہوں یا اموالِ باطنہ، مصدق متصدقین سے وصول کیا کرتا تھا لیکن خلافتِ عثمانی میں زکوٰۃ کی ادائیگی خود اربابِ اموال کو تفویض کردی گئی۔

"ثم تردین الزکوٰۃ عن الاموال الباطنۃ بمنزلتہ عن الاموال الظاہرۃ فان المصدق کان یاخذ منہا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ رضی اللہ عنہما حتی فوض عثمان رضی اللہ عنہ الاداء الی ارباب الاموال لما خاف المشقۃ والحرج فی تفتیش الاموال علیہم من سعاۃ السوء فکان ذالک توکیلاً منہ لصاحب المال بالاداء فنفذ توکیلہ لانہ کان عن نظر صحیح" (المبسوط للسرخسی جزء ثانی صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

اور اس "نظرِ صحیح" کی تائید اس حدیثِ نبوی سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے "باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوعٍ من المعروف" میں بیان کی ہے کہ

"لا تقوم الساعۃ حتی یکثر المال ویفیض حتی یخرج الرجل زکوٰۃ مالہ فلا یجد احدًا یقبلہا منہ"

یعنی منشائے شارع یہ تھا کہ جب تک صدقۂ زکوٰۃ کا اخذ و صرف امام المسلمین کے تصرف میں رہے اور جب امت اس کی معتاد ہو جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی افرادِ امت کو انفرادی طور پر تفویض کردی جائے۔ یہ غلط ہے کہ یہ مولانا ظفر احمد صاحب کا اجتہاد ہے کہ

"ادائیگی زکوٰۃ کی معیاری شکل صرف یہ ہے کہ ہر صاحب زکوٰۃ اپنی زکوٰۃ خود نکالے اور خود کسی مستحق کو تلاش کر کے اس کا مالک بنا دے" (ترجمان القرآن جلد ۴۴- عدد ۶ صفحہ ۳۹۹)

اصلاحی صاحب اس کو ظفر احمد صاحب کا ارشاد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شارع علیہ السلام کا پیش نظر ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی محررہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔

بہرکیف اس تفصیل سے یہ ثابت ہو گیا ہوگا کہ صدرِ اسلام میں تملیک متصدق علیہ کے

بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی تھی اور یہی " انما الصدقات للفقراء " الآیۃ کا منشا ہے۔ لہٰذا آیہ کریمہ " انما الصدقات للفقراء " کے نزول نے ادائیگیِ زکوٰۃ کی نوعیت کے متعلق پچھلے تمام احکام کی توثیق کر دی۔

آیئے اس سلسلے میں متعلقہ احادیث کا بھی تتبع و تفحص کر لیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آیت اور حدیث کے تعارض کی شکل میں علماء کے دو مسلک ہیں۔

۱۔ شافعیہ کا مسلک ہے کہ حدیث آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ قاضی بیضاوی نے منہاج الوصول میں کہا ہے:۔

" الاکثر علی جواز نسخ الکتاب بالسنۃ ...... وبالعکس ...... وللشافعی رضی اللہ عنہ قول بخلافہما " (منہاج الوصول البیضاوی ص۵۹)

اس صورت میں آیت کریمہ " انما الصدقات للفقراء " کے نزول کے بعد جو کچھ بھی ادائیگیِ زکوٰۃ کے باب میں لسانِ نبوت سے مروی ہو، آیت کریمہ کے مقصود منصوص کی نوعیت بدلنے میں غیر مؤثر ہوگا۔ لہٰذا ادائیگیِ زکوٰۃ کے باب میں حرفِ آخر آیت کریمہ " انما الصدقات للفقراء " ہی رہی۔

۲۔ حنفیہ کا مسلک ہے کہ حدیثِ نبوی بھی آیت کی ناسخ ہو سکتی ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے۔

" یجوز نسخ الکتاب بالسنۃ " (مسلم الثبوت للبہاری جلد دوم ص۷۳)

اس صورت میں اگر کوئی حدیث منشائے آیت کے معارض مل جائے اور یہ ثابت ہو کہ وہ نزولِ آیت سے مؤخر ہے تو حنفیہ کے نزدیک ادائے زکوٰۃ کی نوعیت جو آیۂ کریمہ " انما الصدقات للفقراء " سے مستفاد ہوتی ہے منسوخ ہو جائے گی۔

مگر تتبع و تفحصِ احادیث و آثار سے صرف حدیثِ معاذ بن جبل رض کا پتہ چلتا ہے جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر ۸ھ یا ۹ھ میں (آیت کریمہ کے نزول کے قریب ہی)

یمن کا عامل بنا کر بھیجا تھا اور رخصت کرتے وقت انھیں فرمایا تھا۔

"انك تاتی قوما من اهل الکتاب ...... فاعلمهم ان الله افترض علیهم صدقة توخذ من اغنیائهم فترد فی فقرائهم"

یہ حدیث بالخصوص اس کا آخری جزء اُس تملیکِ متصدق علیہ کی تائید کرتا ہے جو آیت کریمہ انما الصدقات للفقراء سے مستفاد ہوتی ہے جیسا کہ چوتھی دلیل کے ضمن میں بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔

بہر حال آیت کریمہ "انما الصدقات للفقراء" سے ادائیگی زکوٰۃ کی جو بھی نوعیت مستفاد ہوتی ہے وہ تاریخِ تشریع اسلامی میں حرفِ آخر ہے اور اگر وہ نوعیت بالفرض والتقدیر ادائیگیِ زکوٰۃ کی اُن نوعیتوں سے مختلف ہو جو اُس سے متقدم النزول آیات سے مستفاد ہوتی ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کے نزول نے پچھلے تمام احکام کو منسوخ کر دیا۔

لیکن یہ علی سبیل الفرض ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ معاشرۂ اسلامی میں ہمیشہ سے اور بالتخصیص ۲ھ کے بعد جب کہ زکوٰۃ متعارفہ واجب ہوئی انفاق فی سبیل اللہ کی دو شکلیں مروج رہی ہیں، ایک زکوٰۃ جو فرض ہے اور جس کی پابندی ہر مسلمان صاحبِ استطاعت پر واجب ہے اور دوسرے صدقاتِ نافلہ جنہیں اخلاقی ترغیب اور تقرب الی اللہ کے واسطے افراد کی صوابدید اور اختیارِ تمیزی پر چھوڑ دیا گیا ہے لہٰذا قدرتی طور پر دونوں کی نوعیت میں بشمول نوعیت ادائیگی کے فرق ہونا چاہیے پس اول الذکر میں "تملیک متصدق علیہ" فرض ہے کیوں کہ وہ "ان متصدق علیهم"، کا حق ثابت ہے اور دوسرے میں نہیں کیوں کہ یہ "خود متصدقین" (بکسر دال) کا حق ہے کہ جس طرح چاہیں تقرب الی اللہ کی جستجو کریں۔ اس لئے کہ زکوٰۃ سے پہلے "آتوا" (دو) کا لفظ آتا ہے اور دینا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جن میں ایک "چیز" ہوتا ہے اور دوسرا "شخص" دینے کا عمل ان دو تصورات کے بغیر متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف صدقاتِ نافلہ کے لئے بالعموم "انفاق" (خرچ کرنا) کا لفظ آتا ہے اور یہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور وہ کوئی چیز ہوتی ہے

لہذا "ایتاء" میں دو عمل ضروری ہیں: شئی معطی کا اپنی ملکیت سے جدا کرنا اور معطی لہ کی ملکیت میں اسے منتقل کرنا۔ لیکن انفاق میں صرف ایک ہی عمل کافی ہے یعنی شئی معطی کا اپنی ملکیت سے جدا کرنا۔

پس زکوٰۃ میں تملیکِ شخص معین ضروری ہے مگر انفاق میں تملیک شخصی ضروری نہ ہوگی۔

اس مختصر سی یادداشت کے بعد اصلاحی صاحب کے اعتراضات پر غور کیجئے۔

اعتراض اول کا جواب پہلی دلیل کے ضمن میں دیا جا چکا ہے مزید توضیح اوپر آگئی۔

دوسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ ہم اُن صدقاتِ نافلہ کے منکر نہیں ہیں جو مختلف طریقوں سے اللہ کی راہ میں اور غرباء کی بہبود کے کاموں میں فیاضی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنے کے مترادف ہیں اور ہم اُن میں تملیکِ فقیر کے وجوب کے کبھی مدعی نہیں ہیں لیکن اُن کی نوعیت صدقاتِ واجبہ سے قطعاً مختلف ہے اس لئے کہ موخر الذکر (زکوٰۃ) کا منشاء محض ہمارا اخلاقی ترفع اور تقرب الی اللہ کا جذبہ ہی نہیں ہے بلکہ معاشرے کے اقتصادی استحکام کے پیش نظر ناداروں کا اغنیاء کے مال میں حق ثابت ہے لہذا ادائیگیِ حق اُس وقت تک متصور نہیں ہو سکتی جب تک حق حقدار کے پاس نہ پہنچ جائے۔ برخلاف صدقاتِ نافلہ کے کہ یہ ہماری صواب دید اور اختیارِ تمیزی پر موقوف ہے چاہے ہم خرچ کریں یا نہ کریں اور جب خرچ نہ کرنے تک کے ہم مختار ہیں تو ہمیں اس کا اختیار بدرجہ اولیٰ ہوگا کہ جب خرچ کریں تو جس طرح چاہیں خرچ کریں۔

اب ذرا اُن آیات پر نظر ڈال لیجئے جو اصلاحی صاحب نے ایراداً للنقض نقل فرمائی ہیں۔

اولاً:۔ تو سب آیات آیت کریمہ "انما الصدقات للفقراء" کے نزول سے مقدم ہیں لہذا اگر بالفرض ان میں ادائیگی کی شکل تملیکِ شخصی کی مقتضی نہ بھی ہو تو کہا جائے گا کہ آیت "انما الصدقات للفقراء" حرفِ آخر ہے اور صدقہ دینے کی وہ تمام شکلیں جو اس سے پہلے جائز العمل یا معمول بہ تھیں، اس آیت سے منسوخ ہو گئیں۔

ثانیاً: (مومنون ۶۰) یعنی "والذین یؤتون ما اٰتوا و قلوبھم وجلۃ" کا نزول

مکہ معظمہ میں ہو اجب کہ صدقاتِ واجبہ اور صدقاتِ نافلہ کا مفرق الطریق متعین نہ ہوا تھا اور اسلامی معاشرے کی اقتصادی پالیسی اس اصول پر مبنی تھی جو بعد میں

"یسئلونک ماذا ینفقون ۔ قل العفو کذالک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تفلحون"

کی شکل میں نازل ہوئی۔ پھر وہ جو کچھ بھی دیتے تھے بہر حال کسی نہ کسی کو تو دیتے ہی تھے۔ یہ نہ سہی کہ فقراء کو اس کا مالک بنانے کا اہتمام کرتے ہوں مگر وہ اپنے عطیات کو اپنی ملکیت سے خارج کرکے کسی اور کی ملکیت میں تو دیتے ہی ہوں گے۔ چندہ کی ملکیت کو بھی معلق در ہوا نہیں چھوڑا جا سکتا

بقیہ آیات مدنی ہیں لیکن "انما الصدقات للفقراء" الآیہ سے متقدم ہیں۔

(حج ۴۱) یعنی "الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ" میں ادائیگیِ زکوٰۃ کا حکم "اتوا" کے ساتھ بیان ہوا ہے اور یہ بغیر تملیک "موتیٰ لہ" کے غیر متصور ہے نیز یہ آیت بعینہا اس آیت کا اعادہ ہے جو اس سے پہلے سورۂ نور میں نازل ہوئی تھی۔ سورۂ حج کا سورۂ نور کے فوراً بعد نزول ہوا ہے لہذا یہ باور کرنے کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں کہ وہ پس منظر جس میں (نور ۵۵) کا نزول ہوا تھا (حج ۴۱) کے نزول تک زیادہ تبدیل نہ ہوا تھا۔ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون" (نور ۵۵)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور خصوصیت سے قابلِ غور ہیں۔

(۱) (حج ۴۱) میں "تمکین فی الارض" کی ڈھارس ہے اور (نور ۵۵) میں "تمکین دین پسندیدۂ الٰہی" کا وعدہ ہے اور دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔

(۲) "تمکین فی الارض" کی ڈھارس میں یہ پیشینگوئی ہے کہ تمکن فی الارض کے بعد جب

مسلمانوں کی اجتماعی تنظیم اس حد تک مستحکم ہو جائے گی کہ قوانینِ شرعیہ علی سبیل الوجوب جاری ہو سکیں (کہ یہی تمکن فی الارض کی حقیقت ہے) تو وہ مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے (الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ الآیہ) منشائے خداوندی کے مطابق اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کے فرائض ادا کیا کریں گے۔ اور یہ منشائے خداوندی وہی ہے جس کی طرف "ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم" میں اشارہ کیا ہے۔

(iii) تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ حنین نے مسلمانوں کے تمکن فی الارض پر مہرِ توثیق ثبت کر دی یوں تو مسلمانوں کو جنگ بدر ہی میں جو اعدائے دین سے پہلا مقابلہ تھا فتح و کامرانی نصیب ہوئی مگر فتح مکہ تک یہ فتوحات "الحرب سجال" کا مصداق تھیں۔ فتح مکہ پہلی باضابطہ کامیابی تھی جس نے مسلمانوں کی پوزیشن ایک حد تک محفوظ (Secure) کر دی مگر ابھی اس کی تتمیم باقی تھی اور دنیا کی نظریں "غزوۂ حنین" کے نتیجہ کی جانب لگی ہوئی تھیں کہ اس غزوہ میں کامیابی نے مسلمانوں کے تمکن فی الارض پہ مہرِ توثیق ثبت کر دی۔

غزوۂ حنین کے فوراً بعد ہی آیت کریمہ "انما الصدقات للفقراء" کا نزول ہوا جیسا کہ اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین نے بالاتفاق کہا ہے

اس آیت کے نزول نے ادائیگی زکوٰۃ کے باب میں منشائے الٰہی کی تبیین و توضیح کر دی۔

غزوۂ حنین کے کچھ ہی عرصے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا اور زکوٰۃ کے اخذ و صرف کے باب میں فرمایا کہ

"تؤخذ من اغنیائھم وترد علیٰ فقرائھم"

اس ارشادِ نبوی نے "انما الصدقات للفقراء" الآیہ کی مزید وضاحت کر دی اور یہ طے کر دیا کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لئے تملیک متصدق علیہم عین منشائے خداوندی ہے۔

(iv) پھر تملیک ملکیت کو متضمن ہے اور ملکیت ایک حق ہے جو حقدار کے تمکن کے بغیر بے معنی ہے۔ افرادِ مملکت کے حقوق صرف اسی لئے واجب الاحترام ہوتے ہیں کہ انھیں

حق شہریت یا "تمکن فی المملکت" حاصل ہوتا ہے۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کی حیثیت اجانب (aliens.) سے بھی بدتر تھی لہذا اُن کے حقوق کے احترام کا کیا سوال تھا اور اس قانونی احترام (Legal Recognition.) کے بغیر ملکیت اور انتقالِ ملکیت (تملیک) دونوں بے معنیٰ ہیں اس لئے مکی زندگی میں "تملیک زکوٰۃ" کے وجوب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر احترامِ حقوق کا ضامن قانون کا نفاذ ہے اور نفاذِ قانون تابع ہوا کرتا ہے اقتدارِ مملکت کے اور اقتدارِ مملکت دو باتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوا کرتا۔ داخلی طور پر افرادِ مملکت کی غیر مشروط اطاعت اور خارجی طور پر بیرونی تسلط سے آزادی اور حریف مملکتوں کے جارحانہ عزائم سے مامونیت (Secure.) ظاہر ہے مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کو پہلے ہی دن سے افرادِ مملکت کی غیر مشروط اطاعت حاصل تھی مگر حریف مملکتوں کے جارحانہ عزائم کا خطرہ غزوۂ حنین میں کامیابی تک باقی رہا۔

لہذا ۵ھ کے بعد غزوۂ احزاب میں کامیاب ہو کر اسلامی مملکت مستحکم ہوئی اور اب وقت تھا کہ مختلف حقوق کے باضابطہ قانونی احترام کا انتظام کیا جائے لہذا اس غزوہ کے بعد ہی آیت کریمہ "انما الصدقات للفقراء" کے نزول اور ارشادِ نبوی "توخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم" نے تملیک متصدق علیہم کے وجوب کو ثابت و متقرر کر دیا۔

(۷) ہم یہ تو نہیں کہتے کہ خصوصِ سبب کا عموم حکم سے مانع ہوتا ہے لیکن اگر اسباب النزول کی معرفت کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو یہی ہے کہ مرادِ حکم کی نوعیت اُس سے متعین ہو جاتی ہے۔ اس آیت (حج ۴۱) کا سیاق سباق دیکھئے۔ وہ یہ ہے:-

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔

"الذین ان مکّنا ھم" الآیۃ صفت ہے "الذین اخرجوا من دیارھم" الآیہ کی اور یہ صفت مہاجرین کی ہے۔ پھر مہاجرین میں سے "تمکن فی الارض" اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلفاء راشدین کو عطا کیا۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاص الرازی نے تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے

"(الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر) وھذہ صفۃ المھاجرین لانھم الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق فاخبر تعالیٰ انہ ان مکّنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وھو صفۃ خلفاء الراشدین الذین مکّنھم اللہ فی الارض وھم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم۔"

(احکام القرآن للجصاص الرازی جلد سوم ۳۰۸)

لہٰذا خلفاء راشدین کے عہد میں جو طریقہ زکوٰۃ کے اخذ و صرف کا تھا وہی اس آیت کریمہ (حج ۴۱) میں مراد ہوگا۔ اور ہم بالیقین جانتے ہیں کہ عہدِ نبوی میں اور خلافتِ راشدہ میں نہ تو رضاکار جماعتیں متصدقین سے اُن کے صدقات و زکوٰۃ وصول کیا کرتی تھیں اور نہ خود متصدقین یا عمّالِ حکومت صدقات و زکوٰۃ کی رقوم رفاہِ عامہ یا فقراء کی اجتماعی بہبود کی اسکیموں میں صرف کرتے تھے بلکہ یا تو امام المسلمین یا اُس کی جانب سے مقرر کردہ عاملین جو فقرائے مستحقین کی جانب سے نائبین بالقبض ہی وصول کر کے انھیں بانٹ دیتے تھے (یہ طریقہ خلافت عثمانی تک معمول بہ تھا) یا خود اصحابِ اموال اپنے مال کی زکوٰۃ فقرائے مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے (جس کی حضرت عثمانؓ نے اجازت دی: تفصیل اوپر مذکور ہوئی)۔

اور ان دونوں طریقوں میں "تملیک متصدق علیہم" کا اصول معمول بہ تھا۔

غرض آیت کریمہ (حج ۴۱) سے اگر ثابت ہوتا ہے تو وجوب تملیک فی الزکوٰۃ۔

(توبہ ۵) یعنی "فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم" تو خود تملیک فی الزکوٰۃ کی مثبت ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جب تک مشرکین شرک سے توبہ نہ کر لیں نماز

قائم نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کردیں اُن کا پیچھا نہ چھوڑو۔ اب "ایتاء زکوٰۃ" کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں:
یا تو مشرکین فرضیتِ زکوٰۃ کو قبول کریں گے کہ بشرط ملک نصاب کامل اور حولانِ حول زکوٰۃ مفروضہ ادا کیا کریں گے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں مودیٰ الیہ عاملِ زکوٰۃ ہوگا یا دوسرے مستحقین زکوٰۃ، اور ادائیگیِ زکوٰۃ تملیک متصدق علیہم ہوگی۔

یا بصورت ارتداد و منع زکوٰۃ فوری طور پر زکوٰۃ ادا کریں تو کیا حسب منشائے قرآنی اُن کا پیچھا اُس وقت سے پہلے چھوڑ دیا جائے گا جب تک کہ وہ سردار فوج کے ہاتھ میں زکوٰۃ واجبہ ادا نہ کردیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مشرکین کہیں کہ ہم نے رفاہِ عامہ کے فلاں فلاں کام کردئے ہیں اس میں ہماری زکوٰۃ وضع کرلی جائے اور اتنی سی بات پر اُن کا پیچھا چھوڑ دیا جائے؟ آخر مانعینِ زکوٰۃ بھی تو آخر میں اس بات پر آمادہ ہو گئے تھے کہ ہم خود اپنے حسب منشا اپنی زکوٰۃ کو خرچ کردیا کریں گے۔ آپ کو اس کی ادائیگی (تملیک) نہ کریں گے۔ مگر حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ مانا اور اُن سے قتال کیا اور دلیل صدیق اکبرؓ کی یہی آیت تھی چنانچہ احکام القرآن للجصاص الرازی میں ہے۔

"وروی مبارك بن فضالة عن الحسن قال لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتدت العرب عن الاسلام الا اهل المدينة فنصب ابوبكر لهم الحرب فقالوا فانا نشهد ان لا اله الا الله ونصلي ولا نزكي فمشى عمر والبدريون الى ابي بكر وقالوا دعهم فانهم اذا استقر الاسلام في قلوبهم وثبت ادوا، فقال والله لو منعوني عقالا مما اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم عليه وقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم على ثلاث شهادة ان لا اله الا الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وقال الله تعالىٰ "فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم" والله لا اسئل فوقهن ولا اقصر دونهن فقالوا له يا ابا بكر نحن نزكي ولا ندفعها اليك فقال لا والله حتى آخذها كما اخذها رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعها مواضعها"

(جلد سوم ص۱۰۲ احکام القرآن للجصاص الرازی)

اس روایت کا آخری ٹکڑا تملیکِ شخصی کے وجوب پر زور دے رہا ہے۔ نہ سہی تملیکِ فقیر (یا لعین) اس لئے کہ رسول اللہ، خلیفۂ وقت، عامل خلیفہ، عاملین زکوٰۃ سب نائبین فقراء ہی تو ہیں کہ انھیں فقراء کے واسطے مالِ زکوٰۃ پر قبضہ کرتے ہیں نہ کہ اپنے لئے۔

پس آیۂ کریمہ (توبہ۔ ۵) کمالِ فصاحت سے تملیک متصدق علیہ کو ثابت کرتی ہے اور اسی سے مانعینِ زکوٰۃ کے مقابلے میں صدیق اکبرؓ نے استدلال کیا تھا اور غالباً "صاحب رسول اللہ فی الغار" ہم سے زیادہ اس آیت کا مفہوم سمجھتے تھے کہ آپ نے اس سے نہ صرف وجوبِ ادا پر استدلال کیا بلکہ تملیک متصدق علیہ کے وجوب پر بھی استدلال کیا۔

(منافقون ۱۰) جس کا اصلاحی صاحب نے صرف آخری جزو نقل فرمایا ہے یہ ہے

"وانفقوا مما رزقناکم من قبل ان یأتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین"

اس آیت کریمہ کا آغاز بتا رہا ہے کہ یہ صدقہ واجبہ (زکوٰۃ مفروضہ) کے متعلق ہے کیوں کہ "انفقوا" صیغۂ امر ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے چنانچہ قاضی ابوبکر مالکی نے تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے۔

"(المسئلة الثانیه) اخذ ابن عباس بعموم الآیة فی الانفاق الواجب خاصة دون النفل وهو الصحیح لان الوعید انما یتعلق بالواجب دون النفل ولما تفسیره بالزکوٰة فصحیح کله عموماً وتقدیراً بالمائتین" (احکام القرآن لابن العربی جلد دوم ص ۲۵۹-۲۶۰)

اسی طرح ترمذی شریف کے ابواب التفسیر سورۂ منافقین میں ہے۔

"وعن ابن عباس قال من کان له مال یبلغه حج بیت ربه او یجب علیه فیه الزکوٰة فلم یفعل یسئال الرجعة عند الموت فقال رجل یا ابن عباس اتق الله فانما یسئل الرجعة الکفار فقال ساتلو علیک بذالک قرآناً: یا ایها الذین آمنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر الله ومن یفعل ذلک فاولئک هم

الخاسرون۔ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یأتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق الی قولہ واللہ خبیر بما تعملون۔ قال فما یوجب الزکوٰۃ قال اذا بلغ المال مائتین فصاعداً الی اخر الحدیث۔"

اسی طرح امام ابوبکر جصاص الرازی نے احکام القرآن میں لکھا ہے۔

"روی عبد الرزاق قال حدثنا سفیان عن ابی حباب عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ مال تجب فیہ الزکوٰۃ ومال یبلغہ بیت اللہ ثم لم یحج ولم یزک سال الرجعۃ وتلا قولہ تعالیٰ وانفقوا مما رزقنکم الآیۃ۔" (احکام القرآن للجصاص الرازی جلد سوم ص۵۵۵)

اسی طرح علامہ زمخشری نے کشاف میں آیتِ مذکرہ بالا کی تفسیر میں لکھا ہے۔

"عنہ (الی عن ابن عباس) ما یمنع احدکم اذا کان لہ مال ان یزکی واذا اطاق الحج ان یحج من قبل ان یاتیہ الموت فیسال ربہ الکرۃ فلا یعطاھا وعنہ انھا نزلت فی مانعی الزکوٰۃ ...... وکذالک عن الحسن ما من احد لم یزک ولم یصم ولم یحج الا سال الرجعۃ۔" (تفسیر کشاف للزمخشری جلد ثالث ص۱۹۰-۱۹۱)

اسی طرح تفسیر درِ المنثور میں سیوطی نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے

"واخرج ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ" فاصدق" قال ازکی واکون من الصالحین قال احج۔" (تفسیر در المنثور جلد سادس ص۲۲۶)

غرض (منافقون ۱۰) میں مذکور تصدق سے زکوٰۃ مفروضہ مراد ہے لہذا اس کی بجاآوری کی شکل وہی ہوگی جو ایتاء الزکوٰۃ کی ہوتی ہے۔ ادائے زکوٰۃ "تملیک متصدق علیہ" کو بھی متضمن ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ سکراتِ موت اور جان کنی کی تکلیف میں انسان اس قسم کی تفصیلات نہیں سوچ سکتا کہ میں فلاں کام کس طرح انجام دیتا۔ مگر اصلاحی صاحب "علم النفس" کے مبادی کو بھی ملحوظ رکھتے تو جان لیتے کہ "احساسِ فرض کا شعور ادائے فرض کی تفصیلات کے غور وفکر کو

مستلزم نہیں ہوا کرتا" پھر جان کنی کی تکلیف ہیں اگر وہ مانع زکوٰۃ یہ نہ سوچ سکے کہ "مین تملیک فقیر کیا کرتا" تو یہ بھی نہیں سوچ سکتا "کہ میں مختلف طریقوں سے اللہ کی راہ میں اور غرباء کی بہبود کے کاموں میں فیاضی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرتا"۔ پوری آیت نقل کر دی جاتی تو غالباً اس مغالطہ کی گنجائش نہ رہتی۔

(توبہ ۷۵) یہ ہے اور اس کے آگے کی آیات بھی جو اس سیاق میں ہیں یہ ہیں۔

ومنھم من عاھد اللہ لئن اتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتاھم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وھم معرضون۔ فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون"

اس آیت کی مراد سمجھنے کے لئے اُس پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے جس میں اس کا نزول ہوا اس کے متعلق قاضی ابوبکر ابن العربی نے تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے۔

"المسئلۃ الاولیٰ: ھذہ الآیۃ اختلف فی شان نزولھا علی ثلثۃ اقوال الاول انھا نزلت فی شان مولی لعمر قتل حمیما لثعلبۃ فوعد ان وصل الی الایۃ ان یخرج حق اللہ فیھا فلما وصلت الیہ الایۃ لم یفعل والثانی ان ثعلبۃ کان لہ مال بالشام فنذر ان قدم من الشام ان یتصدق منہ فلما قدم لم یفعل۔

الثالث وھو اصح الروایات ان ثعلبۃ بن حاطب الانصاری المذکور قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ادع اللہ ان یرزقنی مالا اتصدق ....

.... الی آخر القصۃ" (احکام القرآن لابن العربی جلد اول صفحہ ۳۰۰)

غرض صحیح ترین روایت اس باب میں یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور عہد کیا کہ مال ملنے پر زکوٰۃ دوں گا۔ اس کی تفصیل قاضی ابوبکر بن العربی نے دی ہے مگر ہم اسے تفسیر ابن جریر طبری سے نقل کرتے ہیں جو

نہایت مستند تفسیر ہے۔

"عن ثعلبة بن حاطب الانصاری انہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادع اللہ ان یرزقنی مالا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحک یا ثعلبہ قلیل تودی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ قال ثم قال مرۃ اخری فقال أما ترضی ان تکون مثل نبی اللہ فوالذی نفسی بیدہ لو شئت ان تسیر معی الجبال ذھبا فضۃ لسارت قال والذی بعثک بالحق لئن دعوت اللہ فرزقنی مالا لاعطین کل ذی حق حقہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم ارزق ثعلبۃ مالا فقال فاتخذ غنما فنمت کما ینمو الدود فضاقت علیہ المدینۃ فتنحی عنھا فنزل وادیا من اودیتھا حتی جعل یصلی الظھر والعصر فی جماعۃ ویترک ما سواھما ثم نمت وکثرت فتنحی حتی ترک الصلوٰۃ الا الجمعۃ وھی تنمو کما ینمو الدود حتی ترک الجمعۃ فطفق یلقی الرکبان یوم الجمعۃ یسألھم عن الاخبار، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فعل ثعلبۃ فقالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ غنما فضاقت علیہ المدینۃ فاخبروہ بامرہ فقال یا ویح ثعلبۃ یا ویح ثعلبۃ یا ویح ثعلبۃ قال وانزل اللہ خذ من اموالھم صدقۃ الایۃ ونزلت علیہ فرائض الصدقۃ فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلین علی الصدقۃ رجلا من جھینۃ ورجلا من بنی سلیم وکتب لھما کیف یأخذان الصدقۃ من المسلمین وقال لھما مرا بثعلبۃ وبفلان رجل من بنی سلیم فخذا صدقاتھما فخرجا حتی اتیا ثعلبۃ فسألاہ الصدقۃ واقرأاہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذہ الا جزیۃ ما ھذہ الا اخت الجزیۃ ما ادری ما ھذا انطلقا حتی تفرغا ثم عودا الی۔ فانطلقا وسمع بھما السلمی فنظر الی خیار اسنان ابلہ فعزلھا للصدقۃ

ثم استقبلهم بها فلما رأوها قالوا ما يجب عليك هذا وما نريد ان نأخذ هذا
منك - قال بلى فخذوه فان نفسى بذالك طيبة وانما هى لى - فاخذوها منه
فلما فرغا من صدقاتهما رجعا حتى مرا بثعلبة فقال اروني كتابكما فنظر فيه
فقال ما هذه الا اخت الجزية انطلقا حتى ارى رائى - فانطلقا حتى أتيا النبى
صلى الله عليه وسلم فلما رأهما قال يا ويح ثعلبة قبل ان يكلمهما ودعا للسلمى
بالبركة فاخبراه بالذى صنع ثعلبة والذى صنع السلمى فانزل الله تبارك
وتعالى فيه: " ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن
من الصالحين الى قوله بما كانوا يكذبون " وعند رسول الله صلى الله عليه
وسلم رجل من اقارب ثعلبة فسمع ذالك فخرج حتى اتاه فقال يا ويحك يا
ثعلبة قد انزل الله فيك كذا وكذا فخرج ثعلبة حتى اتى النبى صلى الله عليه
وسلم، فسأله ان يقبل منه صدقة فقال ان الله منعنى ان اقبل منك صدقتك
فجعل يحثى على رأسه التراب فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا عملك
قد امرتك فلم تطعنى فلما ابى ان يقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم رجع
الى منزله وقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقبل منه شيئًا ثم
اتى ابا بكر حين استخلف فقال قد علمت منزلتى من رسول الله صلى الله
عليه وسلم وموضعى من الانصار فاقبل صدقتى فقال ابوبكر لم يقبلها
رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا اقبلها؟ فقبض ابوبكر ولم يقبضها
فلما ولى عمر اتاه فقال يا امير المؤمنين اقبل صدقتى فقال لم يقبلها
رسول الله صلى الله عليه وسلم منك ولا ابوبكر ولا انا اقبلها منك، فقبض
ولم يقبلها - ثم ولى عثمان رحمة الله عليه فاتاه فسأله ان يقبل صدقته،
فقال لم يقبلها رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر رضوان

اللہ علیہ وسلم و انا لا اقبلہا منک فلم یقبلہا منہ، وھلک ثعلبۃ فی خلافۃ عثمان رحمۃ اللہ علیہ۔" (تفسیر ابن جریر طبری الجزء العاشر ص۱۴۰)

یہ روایت بالخصوص اس کا آخری جزء تملیکِ شخصی یا تملیکِ متصدق علیہ پر صاف طور پر دلالت کر رہا ہے۔ اگر صدقہ دینے میں محض اتنا ہی کافی ہوتا کہ "ہم اللہ کے راستے میں مختلف طریقوں سے خرچ کریں گے قطع نظر اس سے کہ تملیک ہو یا نہ ہو" تو ثعلبۃ بن حاطب کو نہ تو جناب رسالت مآب کے پاس آکر قبولِ صدقہ کی درخواست کی ضرورت تھی اور نہ جب آپ نے اس کی درخواست کو مسترد کر دیا تو سر پر خاک ڈالنے کی ضرورت تھی، اس کے لئے راستہ کھلا ہوا تھا کہ وہ اللہ کے راستے میں مختلف طریقوں سے خرچ کرتا قطع نظر اس کے کہ تملیک ہوتی یا نہ ہوتی۔" مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ تملیک متصدق علیہ کے سوا اور کوئی مفہوم ہی نہیں سمجھا اُس نے اللہ کے راستے میں اس صدقہ کو مختلف طریقوں سے خرچ کرنے کے بجائے یہی ضروری سمجھا کہ اُس صدقہ کو محفوظ رکھا جائے یہاں تک کہ نوبت خلافت صدیقی کی آئی اور اُس نے آکر پھر صدیق اکبر سے اس کے قبول کرنے کی استدعا کی اور اس پر الحاح و اصرار کیا اور جب انھوں نے منع کر دیا تو فاروق اعظم سے اُن کی خلافت میں، اور اُن کے منع کرنے کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے اُن کی خلافت میں بار بار آکر صدقہ کے مال کو قبول کرنے کی درخواست کی اور بغیر اُس طریقے کے زکوٰۃ نکالے ہوئے جس کا اصلاحی صاحب مشورہ دے رہے ہیں وہ مرگیا۔ آخر تو وہ اہلِ زبان تھا۔ ہم سے زیادہ عربی سمجھتا تھا وہ نہیں سمجھتا تھا کہ میں جو "لنصدقن" کہہ رہا ہوں اور وعدہ کر رہا ہوں کہ "ہم صدقہ دیں گے" مری مراد کیا ہے؟ محض یہ کہ "میں صدقہ دوں گا" میرے عہد میں سارا زور صدقہ ادا کرنے پر ہے بغیر اس بحث کے کہ یہ ادائگی تملیک فقیر (بالعین یا بالنیابت) کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔" یا یہ کہ اگر ہمیں مال ملا تو ہم تملیک فقیر (بالعین یا بالنیابت) کریں گے۔"

اس روایت کی نقل سے نیز (منافقون ۱۰) سے عبداللہ بن عباس کے استدلال سے

یہ "حقیقت ظاہر ہو گئی ہو گی کہ تصدق (بالخصوص جب اُس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ کی ادائیگی) کا لفظ تملیک کے معنی یا مفہوم کے لئے اس درجہ قطعی ہے کہ اُسے تملیک کے رکن زکوٰۃ ہونے کے ثبوت میں نص کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔"

اگر ایسا نہ ہوتا تو ثعلبہ کم از کم "صدقہ زکوٰۃ کے پیسوں سے غریب میتوں کے لئے کفن بھی خرید سکتا تھا اور غریب مُردوں کا قرض بھی ادا کر سکتا تھا"۔ مگر اُس نے ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ ادائیگیٔ زکوٰۃ محض تملیک ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے، بغیر اس کے نہیں۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پیشتر ایک اور چیز کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں "تصدق" کا لفظ آیا ہے وہاں یہ لفظ تملیکِ فقیر یا تملیکِ متصدق علیہ کو متضمن ہے۔ جس طرح (منافقون ۱۰) اور (توبہ ۷۵) میں "اصدق" اور "لنصدقن" آیا ہے اسی طرح مسلم کی ایک حدیث میں یہ لفظ آیا ہے جسے میں ذیل میں نقل کر رہا ہوں اور اس سے قارئینِ کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس زمانہ کی مروجہ عربی میں "تصدق" تملیک شخصی کو مستلزم ہوا کرتا تھا۔

"عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قال قال رجل لاتصدقن اللیلۃ بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید زانیۃ فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی الزانیۃ، قال اللھم لک الحمد علی الزانیۃ لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید غنی فاصبحوا یتحدثون تصدق علی غنی، قال اللھم لک الحمد علی غنی لاتصدقن بصدقۃ فوضعھا فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق علی سارق فقال اللھم لک الحمد علی زانیۃ وعلی غنی وعلی سارقٍ فاتی فقیل لہ اما صدقتک فقد قبلت اما الزانیۃ فلعلھا تستعف بھا عن زناھا ولعل الغنی یعتبر فینفق مما اعطاہ اللہ ولعل السارق یستعف بھا عن سرقتہ۔"

اب دیکھئے اس شخص کے ذہن میں متبادر مفہوم " لا تصدقن بصدقة " کا یہی تھا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں جا کر وہ صدقہ دے ۔ ورنہ اگر محض اتنا ہوتا کہ " میں اللہ کے راستوں میں مختلف طریقوں سے خرچ کروں گا تو اس اہتمام کی کیا ضرورت تھی بالخصوص جب ایک مرتبہ اُسے کسی نیکو کار مستحق کے دینے میں ناکامی ہوئی تو پھر اسی اہتمام پر اصرار کی کیا ضرورت تھی اللہ کے بہت سے راستے تھے بقول اصلاحی صاحب کے " مختلف طریقوں سے اللہ کی راہ میں اور غرباء کی بہبود کے کاموں میں فیاضی کے ساتھ اپنا مال خرچ کر سکتا تھا " اس کا بار بار مستحق زکوٰۃ کے انتخاب میں ناکام ہونا اور بار بار تملیکِ شخصی پر اصرار کرنا اس بات کی دلیلِ واضح ہے کہ متبادر مفہوم اس لفظِ صدقہ کا تملیک المال من الفقیر ہے ۔

مزید تائید کے لئے دو حدیثیں اور ملاحظہ فرمائیے یہ بھی صحیح مسلم سے نقل کی جاتی ہیں ۔

" عن معبد بن خالد قال سمعت حارثة بن وهب يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :۔

تصدقوا فيوشك الرجل يمشي بصدقة فيقول الذى اعطيها لوجئتنا بها بالامس قبلتها فاما الآن فلا حاجة لي بها فلا يجد من يقبلها "

" عن ابي موسیٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :۔

ليأتين على الناس زمان يطوف الرجل فيه بالصدقة من الذهب ثم لا يجد احداً يأخذها منه ...... "

ان دو مثالوں سے واضح ہے کہ صدقہ اور تصدقوا کا متبادر مفہوم تملیک المال من الفقیر کو متضمن ہے ۔ لیکن اصلاحی صاحب (منافقین ۱۰) کے متعلق فرماتے ہیں ۔

" اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مختلف طریقوں سے اللہ کی راہ میں اور غرباء کی بہبود کے کاموں میں فیاضی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرتا " (ترجمان القرآن جلد ۴۲ عود ۶ صفحہ ۱۲)

اسی طرح (توبہ ۷۵) کے متعلق فرماتے ہیں ۔

"اس قول کے قائلین کے ذہن میں یہ مفہوم تھا .... کہ اگر ہم کو مال ملا تو ہم اللہ کے راستے میں مختلف طریقوں سے خرچ کریں گے قطع نظر اس سے کہ تملیک ہو یا نہ ہو" (ایضاً صنا)

اگر یہ تفسیر القرآن بالرائے نہیں تو کیا ہے؟

نیز صدقہ ایک سے زائد مدلولات پر دلالت کرتا ہے ایک وہ جس میں تملیک کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہی اس کی حقیقت ہے دوسرے وہ جہاں تملیکِ شخصی کا مفہوم شامل نہیں ہوتا اس صورت میں وہ مجاز ہے اور وجہ مناسبت دونوں میں ذاتی ملکیت سے دست برداری اور غیروں کی جانب ملکیت انتفاع کا انتقال نیز تقرب الی اللہ کی جستجو ہے۔ یہی ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے۔

"التمليك وهو الركن فان الله سماها صدقة وحقيقة الصدقة تمليك المال من الفقير"

(باقی آئندہ)

اسلام کا نظامِ مساجد

تالیف مولانا ظفیر الدین صاحب رفیق ندوۃ المصنفین

نظامِ مساجد کے تمام گوشوں پر ایک جامع اور مکمل کتاب، جس میں مسجدوں سے متعلق تمام ضروری مسائل پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گھروں کے احترام، اہمیت، عظمت اور افادیت کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے کتاب کا جو تعارف "نقاب کشائی" کے عنوان سے فاضل عصر مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے کرایا ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے

بڑے بڑے عنوانات ملاحظہ ہوں۔

قدرتی نظامِ اجتماع، دعوت اجتماع، قدرتی نظامِ وحدت، باطنی اصلاح، دربارِ الٰہی اسلام کی نظر میں، اجتماع کے مرکزی گھر اور اُن کی تعمیر، مسجدوں کی تزئین، مواضع مسجد، دربارِ الٰہی کے آداب، دربارِ الٰہی میں دنیا کے کام، دربارِ الٰہی کی صفائی، وقف اور تولیت، متفرق احکامِ مساجد، کتاب کی پوری خصوصیتوں کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے تبلیغی جماعتوں کے مقاصد کے لئے یہ کتاب ایک کامیاب رہبر کا کام دے گی تقطیع ۲۲×۲۶/۸ صفحات ۴۴۴ قیمت عہ مجلد چار روپے۔